برصغیر میں عربی زبان کے ارتقاء میں فارسی زبان کا کردار

جہاں آرا لطفی☆

ایران اور برصغیر پاک و ہند کے تعلقات کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنے قدیم خود یہ ممالک ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کی تحقیقات کے مطابق تو یہ روابط آریائی تمدن سے بھی پہلے قائم تھے۔ رگِ وید میں ایران اور اوستا میں ہندوستان کے بارے میں اشارات ملتے ہیں۔ سنسکرت اور ایرانِ قدیم کی زبانوں میں ایک طرح کی مشابہت بھی نظر آتی ہے۔ ہخامنشیوں سے ساسانیوں تک ایرانی ہر دور میں تھوڑا بہت عرصہ شمالی ہند کے کسی نہ کسی حصے پر ضرور قابض رہے۔ اس لیے برصغیر کا یہ حصہ خاص طور پر سیاسی اور تمدنی طور پر ایران کے زیرِ اثر رہا لیکن جہاں تک فارسی زبان کی ہندوستان میں آمد کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ہی یہاں آئی تاہم بعض محققین کے نزدیک ہندوستان میں فارسی مسلمانوں کی آمد سے پہلے موجود تھی۔ [۱]

مسلمان سب سے پہلے مکران اور سندھ آئے اور فارسی زبان بھی پہلے انہی علاقوں میں آئی۔ محمد بن قاسم کی فوج میں ایرانی بھی شامل ہوں گے کیونکہ مکران اور سندھ (ہندوستان) پر حملہ آور ہونے سے پہلے اُس نے تیاری کے لیے اپنا کیمپ کئی ماہ تک شیراز میں رکھا تھا۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ فارسی زبان کو ہندوستان میں پھیلانے کا موقع غزنویوں کے حصے میں آیا۔ برصغیر میں مسلم افواج سب سے پہلے ایران کے راستے سے داخل ہوئیں اس فوج میں عربوں کے علاوہ ترک، ایرانی، افغانی اور ہندی سپاہیوں کی بڑی تعداد تھی ہندی سپاہیوں میں ہندو پاک کی جو قومیں شامل تھیں ان میں سیابجہ، زط اور اندغار قابل ذکر ہیں۔ یہ قومیں سوادِ مشرق کے فوجی صدر مقام بصرہ میں باقاعدہ آباد تھیں۔ [۲]

ایران کی حدودِ سلطنت کیوں کہ بہت وسیع تھیں اور پھر وہ ذوقِ عمل سے سرشار اور فتح وظفر مندی کے خواہاں تھے اس لیے وہاں کے باشندوں نے قبولِ اسلام کے بعد جن ممالک کو فتح کیا وہاں کے علوم وفنون، تہذیب وثقافت اور طرزِ احساس پر وہ اثر انداز ہونے چلے گئے تھے ان فاتحین اسلام نے برصغیر میں اپنی حکومت کی جڑیں مضبوط کیں۔ ہزاروں باشندے نئے مفتوحہ

☆ جہاں آرا لطفی، اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سینٹر، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔

علاقوں میں آباد ہوگئے ان کی زبان فارسی تھی۔ان کی بول چال ،نوشت وخوانداور مفتوحہ ملک کے قیامی باشندوں سے ان کے روابط کا وسیلہ فارسی زبان ہی تھی اس لیے یہی زبان اپنی تمام تر خصوصیات ولوازمات کے ساتھ پھیلتی اور سب کو اپنے ہی رنگ میں رنگتی چلی گئی یہاں تک کہ ایک طرف تو یہ نوواردفارسی زبان میں لکھتے پڑھتے اور تخلیق کرتے تھے دوسری طرف ان کے اثر ونفوذ کے باعث مقامی باشندوں کی سوچ اور اظہار کا ذریعہ بھی یہی زبان بنی۔۳

ڈاکٹر محمد عبدالسلام کفافی لکھتے ہیں:

تم فتح ایران عام ۶۵۲ھ قد خلت الزرشتیة بعد ذلک الفتح فی دور اضمحلال والضعف واذ نظرنا الیوم الی اتباع زردشت فی العالم نجد انهم لایتجاوزون الآ لآف وهم یقیمون فی بومبائی بغرب الهند یعرفون ،بالپارسین ، کما توجد مجتمعات زردشتیه صغیره فی مناطق محدودة من ایران بخاصة فی یزد و کرمان و قدیوجدعدد قلیل منهم فی طهران و اصفهان و شیراز ،ولم یکن اضمحلال الزردشتیة معامله اهل کتاب ، وترکولهم حریة البقاء علی دینهم، والا حتفاظ بهیا کلهم و ممارسة طقوسهم وعباداتهم ،وقدبقیت بیوت النیران ، منتشره فی أیران فتره طویلة بعد الفتح العربی، وصفها مورخوا القرن الرابع الهجری(العاشر المیلادی) کالمسعودی والمقدسی. ۴

ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں۔

’’اردو زبان کی شاعری زیادہ تر عربی اور فارسی شاعری سے اثر پذیر ہوئی ہے۔عربی شاعری کا براہ راست اثر اقتدار کے اعتبار سے کم ہے جب کہ یہ اثر بالواسطہ طور پر فارسی شاعری کے حوالے سے ہوا ہے اس کے مقابلے میں اردو شاعری فارسی شعری روایات سے براہ راست اور کثیر مقدار میں متاثر ہوئی ہے۔عربوں نے بہت سے ممالک کو فتح کیا اور مفتوحہ ممالک کے علوم وفنون اور تہذیب تمدن بھر پور انداز میں اثر انداز ہوئے بلکہ یوں کہنا درست ہوگا کہ وہ مفتوح ملکوں کے ذہن وفکر کو اپنے اندر جذب اور ان کے علمی وادمی ذخائر کو اپنے علوم وفنون سے محو کرتے چلے گئے ۔ بخلاف ایران کی جس کی تاریخ وتہذیب زیادہ پرشکوہ زیادہ پائیدار اور گیرائی اور گہرائی کی صفات سے آراستہ تھی چنانچہ تہذیبی ،علمی اور ادبی تاریخ بتاتی ہے کہ ایران نے عرب کے علوم وفنون کے معتبر حصے کو اپنے اندر جذب کرلیا اور اپنے مزاج کے رنگ میں رنگ کیا ایک تو ایران پہلے ہی فکری سرمایے کے اعتبار سے مالا مال تھا دوسرے اسے عرب کی بیش بہا دولت علم ہاتھ لگی تھی اس لئے اس کے تہذیبی اور فکری خزائن نہایت وسیع ہوگئے ۔فارسی تراجم کی شکل میں عربی علوم وادبیات کو منتقل کرنے کے ساتھ انہوں نے خود بھی اسلامی قاضوں کے مطابق تخلیق ،تنقید اور تحقیق کے ذخائر کے ڈھیر کے ڈھیر لگادیئے۔۵

پروفیسر عزیز احمد برصغیر میں اسلامی کلچر میں لکھتے ہیں۔

بابر نے ہندوستانی فارسی ادب میں ایک نئے دور کا آغاز کیا اس کی معیت میں وسط ایشیا کے شعراء ابوالواحد فارسی، نادر سمرقندی اور طاہر خواندی ہندوستان پہنچے اور مورخ زین الدین خوانی اور مرزا حیدر دوغلت اس کے بعد یہاں آئے ترکی شاعری جسے علی شیر نوائی نے ہرات میں بڑی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔ پوری ایک نسل تک مغل دربار دہلی میں فارسی پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی، بابر اور بیرم خان دونوں ترکی زبان میں لکھتے رہے اگر چہ ہمایوں صرف فارسی زبان میں شعر کہتا تھا لیکن اس کا دربار اس کے ہمعصر زبانوں کی طرح پہلو بہ پہلو پھل پھول رہی تھیں لیکن ترکی زبان کا زور جلد ہی کم ہو گیا اور فارسی نے اپنی بے مثال فوقیت از سر نو حاصل کر لی۔ ۶

ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی زبان پر فارسی کا گہرا اثر ہے۔ عہد غلامان اور عہد مغلیہ میں یہ صرف حکمرانوں کی زبان نہیں تھی بلکہ شعر و ادب کی زبان ہو گئی تھی۔ یہ بات صرف چندر سے غالب تک ہی صادق نہیں آتی بلکہ فردوسی، رومی، سعدی اور حافظ کے غالب اثر سے علاقائی زبانوں کی شاعری کا بھی گہرا ربط ہے۔ ۷

شمالی ہند میں اردو کی سب سے پہلی نثری تصنیف فضل علی فضل کی کربل کتھا ہے جو ۳۳-۱۷۳۲ء میں لکھی گئی، کربل کتھا ایک مذہبی تصنیف ہے۔ جس میں جا بجا سلام، نوحے، مرثیے اور اشعار کی بھر مار ہے۔ کتھا کی زبان فارسی الفاظ اور عبارات سے بوجھل ہے۔ ۸

ہندوستانی ماحول میں مغلیہ ثقافت میں جو کشمکش کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اس کا ہندوستانی فارسی شعراء پر جو حیرت انگیز اور پر اثر احساس رد عمل ہوا اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اکبر کی بدعت کی ظاہری طور پر تو ملا شیری نے بڑی تعریف کی لیکن پوشیدہ طور پر ہجو لکھی۔ عرفی شیرازی (م ۱۵۹۱ء) اور قدسی (م ۱۶۴۶ء) پیغمبر اسلام کی اطاعت و عقیدت کے باعث بدعات کو ناپسند کرتے تھے۔ ۹

اردو کی مقبولیت اور اس میں فارسی اثرات کے حوالے سے پروفیسر عزیز احمد لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان میں جو فارسی شاعری وجود میں آئی اس میں سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سوائے امیر خسرو کی چند منظومات کے ہندوستانی زندگی اور مقامی ماحول کو شاعری کے مواد کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا فارسی شاعری جو ترک وطن کر کے ہندوستان آئی اس نے حسب دستور ماوراء النہر ی اور فارسی پھولوں گل و لالہ سے اپنے گلدستے سجائے اور ہندوستانی چڑیوں اور چوپایوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ ہندوستانی بازاروں کی بو باس اور ہندی مسالوں کی خوشبو سے مشام جان معطر کیے۔ اس نے ایسی زندگی اور ایسے مناظر کو موضوع سخن بنایا جن کے متعلق اکثر ہندوستانی مسلم شعراء کو نہ کوئی ذاتی علم تھا اور نہ کبھی وہ ان کی نگاہوں کے سامنے آئے تھے۔ استعارات مرکبات توصیفی اور شاعرانہ کلیوں کے لیے ان کا سارا دارومدار ان کے مسلم بین الاقوامی تمثالوں پر تھا جو وسط ایشیا اور فارسی کے عظیم شعراء کی سند اور مثال پر مبنی تھے اور ہندوستان سے باہر کے تھے۔ یہ بیرونی تمثالیں جو گنجلک اور پیچیدہ نمونوں کے تانے بانے میں بنی ہوتی تھیں ہندوستان کی فارسی شاعری کے لئے قابل قبول سازو

سامان بن گئیں اور بعد میں اردو کے روایتی شاعری کا طرز و ذخیرہ الفاظ بن گئیں۔

سلاطین ہند کا فارسی زبان کی سرپرستی کرنا برصغیر کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ فارسی زبان کو اس خطے میں جتنی پذیرائی اور حوصلہ افزائی سلاطین و امراء راجوں و مہاراجوں کی طرف سے ملی خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، کسی اور جانب سے نہیں ہوئی۔ اکبر کے زمانے میں تعلیم کا جو نظام قائم کیا گیا تھا اس میں بھی فارسی ہی ذریعہ تعلیم تھی۔ علم و ادب فلسفہ، مذہب، تاریخ و فنون لطیفہ کی زبان فارسی تھی۔ شہروں میں ہی نہیں دیہاتوں اور قصبوں میں بھی فارسی کا چرچا تھا۔[۱۰]

برجموھن دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں۔

''دسویں صدی عیسوی سے قبل بھی اہل ہنود مسلم علاقوں میں موجود تھے اس زمانے میں بغداد اور غزنی میں ہندوؤں کی موجودگی کی شہادتیں پائی جاتی ہیں ہندو راجے مہاراجے مسلم بادشاہوں کو فارسی زبان میں مراسلے ارسال کیا کرتے تھے۔[۱۱]

غیاث الدین تغلق نے اپنے عہد کے علما کی پشت پناہی کی اور ان کی دل کھول کر مدد کی لیکن اس کا بیٹا محمد بن تغلق اس سے کئی ہاتھ آگے نکل گیا۔ اس سرکاری سرپرستی کا یہ نتیجہ نکلا کہ دور دراز ممالک و امصار سے اہل علم کشاں کشاں اس کے پایہ تخت دہلی پہنچنے لگے۔ ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھتا ہے:

''سلطان خود بھی بڑا عالم تھا اسے فارسی کے کلاسیکی ادب، اسلامی تاریخ، فلسفہ، ریاضی اور ہیت کا وسیع علم حاصل تھا۔''[۱۲]

تیمور کے بارے میں تاریخ الحضارۃ الاسلامیہ میں ہے کہ وہ خود ترکی زبان بولتا تھا۔ اس نے برصغیر میں ترکی بطور حکومتی زبان رائج کی اس کی وجہ سے عربی اور فارسی زبانوں کے الفاظ ترکی زبان میں شامل ہونے لگے

''کانت لغة تیمور واسرته الاصلیة هی اللغةالترکیة و فی القرن السابع اتّخذت اللغة الترکیة لغة رسمیة للدولةفی آسیه الصغری ونشات بهذه الصورةلغة ادبیه مصطنعة و لکنها جمیلة محتویةعلی کثیر من الکلمات العربیةوالفارسیة و محافظةعلی الصیغ العرفیة الترکیة الخالصة۔[۱۳]

امیر شکیب ارسلان حاضر العالم الاسلامی میں رقم طراز ہیں۔

''امر اکبر بترجمه کتب البراهمةالفبررا و البرامیانه ،والماهباراته الی الفارسیة وسائر اصول الفلسفه الهندیة۔[۱۴]

آگے جا کر لکھتے ہیں:

امساابنه سلیم الملقب بجهانکیر الذی خلفه سنة ۱۶۰۵استقر علی کرسی الملک الی سنة۱۶۲۸ء فقد نبذکل کان علیه ابوه من التخبط واعتصم بمذهب السنة واللجماعة ولکنه

استبقی الفارسی لساناً رسماً للدولۃ۔۱۵

بابر(م۱۵۲۰ء) جس نے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی، ترکی زبان کا ایک بلند پایہ شاعر تھا۔اس نے اپنی خودنوشت سوانح عمری تزک بابری (بابر نامہ) ترکی زبان میں تصنیف کی تھی لیکن محض سو سال کے اندر اس کے پوتے اکبر(م ۱۶۰۵ء)اور پڑپوتے جہاں گیر(م۱۶۲۷) کے لئے یہ ایک اجنبی زبان بن چکی تھی۔اس لئے اکبر کو تزک بابری کا ترجمہ کروانا پڑا اکبر کے حکم کی تعمیل میں عبدالرحیم خان خاناں (۱۵۵۳ء-۱۶۲۶ء) نے تزک بابری کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔۱۶

فیروز شاہ نے بعض سنسکرت کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کروایا تھا۔طبیعات کی ایک کتاب کا نام کتاب فیروز شاہی رکھا گیا تھا۔۱۷

سلطان بہلول کے بیٹے سکندر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں کیا ہندو کیا مسلمان سب علوم وفنون میں دلچسپی لینے لگے۔علم کے لئے سلطان کا جوش و ولولہ اس صورت میں ظاہر ہوا کہ اس نے سنسکرت کی کتابوں کے تراجم فارسی میں کرائے۔ دیدک طریق علاج کے گرنتھوں کا ترجمہ فاصل وزیر میاں بہوہ کی نگرانی میں کرایا گیا اور اس کا نام 'طب سکندری'' رکھا گیا۔''۱۸

''فارسی ترکی اور عربی میں ہندوستان کے ماہرین ان ممالک کے مقامی متبحر علماء سے با آسانی سبقت لے جاسکتے تھے۔غیر ملکی مسلمان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کہ ان کی زبانیں ہندوستان میں اس قدر وضاحت کے ساتھ بولی جاتی ہیں۔۱۹

بارتھولڈ لکھتا ہے:

''واتکلم عن الترکیۃ لانھا دخلت فی الاردیۃ وکلمۃ ''اردو'' ایضاً کلمۃ ترکیۃ معناھا جیش والأردیہ لھاعلاقۃ خاصۃ بالترکیۃولا نستطیع ان نترک اللغۃ الترکیۃ لان کثیر من الکلمات تستعمل فی الترکیۃ تستعمل نفس الوقت فی الفارسیۃ والأردیہ والعربیۃ،وجلال الدین الرومی وھو أحد شعراء الأدب الفارسی الکبار فی القران السابع و موسس الطریقۃالمولویۃ واحد متصوفی الاسلام ''علی رای بعض العلماء و کتابۃ المثنوی مرتبطان بآسیا الصغری ایضاً وقد اخذ اتباع ھذہ الطریقہ المولویۃ منذ نشاتھا یکتبون باللغۃ الترکیۃ واللغۃ الفارسیۃ۔۲۰

ہمایوں کا عہد اس لحاظ سے اہم ہے کہ ہمایوں کے ہمراہ ایرانی علماء وفضلا کی ایک بڑی جماعت ساتھ آئی جس سے برصغیر میں ایرانی اور فارسی اثرات بڑھتے چلے گئے۔۲۱۔محمد ولی قطب اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر کہا جاتا ہے مشہور شاعر کے ساتھ ساتھ اس کا عہد اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں فکر وفن کو جو ترقی حاصل ہوئی اس کی مثال نہیں ملتی۔علوم وفنون کی سرپرستی اور فروغ میں قطب شاہی خاندان کے آخری چند بادشاہوں نے تو خاص طور پر بڑا نام پیدا کیا،شعر وادب کے علاوہ فن تعمیر میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔قطب شاہی سلطنت کی دفتری زبان ہمیشہ فارسی رہی اور اس کے ادب پر بھی فارسی زبان کے اثرات غالب رہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں۔

''قطب شاہی دور کے شعراء فیروز،محمود اور خیالی نے سب سے پہلے فارسی اصناف،اسلوب ،لہجہ ،بندش و تراکیب اور صنمیات و اشارات کی اپنی شاعری میں پیروی کر کے دکن اردو کو اس کی روایت کے خلاف فارسی کے سانچے میں ڈھالنے کی شعوری کوششیں کیں۔۲۲

ملا وجہی کا تعلق بھی قطب شاہی عہد سے ہے۔اس کے فارسی کلام کا دیوان موجود ہے۔

محمود شیرانی لکھتے ہیں۔''سب رس کی زبان سے ہم آج لطف اندوز ہوتے ہیں۔''۲۳

وہ کہتے ہیں کہ''طبقہ عوام میں فارسی بھی بولی جاتی تھی لیکن زبان غیر معیاری تھی۔''۲۴

اکبر اعظم کے وزیر مالیات راجہ ٹورڈرمل نے صیغہ مال کے مسلمان افسروں کو حکم دیا کہ وہ ہندی زبان سیکھیں اور ہندو محاسبوں کو تاکید کی کہ وہ فارسی زبان سیکھیں۔اس نے سرکاری ملازمت کے لئے فارسی کو لازمی قرار دیا۔۲۵

مغلوں کے عہد زوال میں سیاسی عدم استحکام کے باوجود فارسی زبان وادب کی روایت پختہ تھی۔ولی دکنی کے بعد اردو شاعری کا رواج بڑھا لیکن اردو کے تقریباً سبھی شاعر فارسی دان اور فارسی کے کہنہ مشق شاعر بھی تھے۔۲۶

مسلمانوں کے اقتدار حکمرانی کے زمانے میں ان کے کلچر ان کی روایت اور ان کی زبانوں میں گہرا اثر پڑا۔ فارسی ،ترکی اور عربی لغات ایک زبان میں ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس میں جذب ہوگئے گری پڑی زبان میں اظہار کی قوت تیز ہوگئی،نئے الفاظ اور نئے خیالات نے احساس وشعور کو نیا سلیقہ دیا اور اس کے ساتھ ادبی تخلیق کا بازار گرم ہوگیا۔۲۷ لیکن مغل عہد کے زوال سے برصغیر میں فارسی زبان کے زوال کا بھی آغاز ہوا اور فارسی کا زوال اردو زبان کے پروان چڑھنے کا باعث بنا۔جیسا کہ مرزا خلیل بیگ کہتے ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد سے ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔اسی کے ساتھ فارسی بھی روبہ زوال ہونے لگتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی اردو کے عروج کا دور شروع ہو جاتا ہے۔یہ بڑی آزمائش و ابتلاء اور سیاسی انتشار الٹ پھیر کا دور ہوتا ہے اسی پرآشوب دور میں اردو پروان چڑھتی ہے۔۲۸

بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری''عہد اورنگ زیب سے مغلیہ سلطنت کے خاتمے تک اردو زبان نے بڑی تیزی سے عمودی ترقی کی۔زبان کے اساسی و بنیادی خدوخال متعین ہوئے۔نظم ونثر کی مستند روایت قائم ہوئی قواعد کے اصول وضع ہوئے۔ فارسی تذکرہ نگاری کی جو طویل روایت موجود تھی اسی انداز سے اردو تذکرہ نگاری کا رواج ہوا۔۲۹

آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں جہاں انگریزوں نے انہیں ہندوستان بدر کر دیا فارسی زبان کو بھی دفتروں سے نکال باہر کیا اب سرکاری زبان اردو قرار پائی۔۲۰ نومبر ۱۸۳۷ سے فارسی کی سرکاری حیثیت ختم کر دی گئی۔۳۰

ڈاکٹر جان گلکرائسٹ جو انیسویں صدی کے شروع میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے منتظم اعلیٰ تھے۔نثر اردو کے مربی

کہلائے جانے کے فی الحقیقت مستحق ہیں انہیں کی انتھک کوششوں سے ملک کی دیسی زبان یعنی اردو مکمل ہوکر سرکاری زبان بننے کے لائق ہوئی اور اس میں اتنی صلاحیت پیدا ہوگئی کہ تھوڑے ہی عرصے میں فارسی کی جگہ وہ سرکاری زبان قرار پائی۔ [۳۱] ۱۸۳۹ء میں اردو رائج کرنے کا سرکاری حکم صادر کیا گیا۔ [۳۲]

ان تمام حقائق اور تاریخی دستاویز کے مطالعے سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ برصغیر میں فارسی زبان کے ارتقاء نے عربی زبان کی قلمیں کاشت کیں اور یہ قلمیں بھاشا کے ساتھ مل کر ایک منفرد شکل وصورت کے ساتھ اردو زبان کے خوبصورت پیکر میں تناور درخت بن گئیں، چنانچہ یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے کہ برصغیر میں عربی زبان کی ترویج و اشاعت میں فارسی کا کردار بڑا فعال رہا ہے۔خصوصاً اردو ادب میں یہ کردار بہت موثر اور جاندار کھائی دیتا ہے۔ پھر جب اردو ادب کے اس خاص جز یعنی نعتیہ شاعری کی بات ہوتو عربی زبان ہمیں یہاں پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز نظر آتی ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کسی بھی زبان کوادب کے ورجے تک لے جانے کے لئے ذخیرہ الفاظ کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ بلکہ ذخیرہ الفاظ ہی اس کومضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے کیونکہ جب تک مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق الفاظ فراوانی کے ساتھ موجود نہ ہوں، نہ نثر لکھی جاسکتی ہے اور نہ شاعری کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اردو نے جو ذخیرہ الفاظ مہیا کیے ان میں اکثریت فارسی زبان سے وارد الفاظ، کلمات اور تلمیحات کی تھی اور ان میں عربی زبان کے اثرات بہت گہرے اور پختہ تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ کثیر تعداد میں محاورات بھی اردو زبان کا حصہ بن گئے۔ بلکہ بہت سے عربی، فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کی وجہ سے ایسا مقام پاگئے کہ ان کی جگہ دوسرے الفاظ کو جمانا آسان نہ رہا، اگر کہا جائے کہ ممکن ہی نہ رہا تو غلط نہ ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ محمد ریاض/صدیق شبلی، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، (لاہور: سنگ میل، ۲۰۰۳ء) ص ۱۴۹، ۱۵۰۔

۲۔ بلاذری، فتوح البلدان، مترجم ابوالخیر مودودی (حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۳۵۱ھ) جلد اول، ص ۵۳۷۔

۳۔ عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، (کراچی: اقلیم نعت، ربیع الاول ۱۴۲۲ھ/ جون ۲۰۰۱ء) ص ۵۔

۴۔ محمد عبدالسلام کفافی، فی ادب الفرس وحضارتھم، ص ۲۲۹۔

۵۔ عاصی کرنالی، اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر، ص ۵۔

۶۔ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی کلچر، ترجمہ: جمیل جالبی (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۵ء) ص ۹۷۔

۷۔ مدنی، عزیز حامد، جدید اردو شاعری (کراچی، انجمن ترقی اردو) ص ۹۷۔

۸۔ فضل علی فضل، کربل کتھا، مرتبہ: مالک رام اور مختار الدین احمد (پٹنہ: ادارہ تحقیقات اردو، ۱۹۶۵ء) ص ۴۷۔

۹۔ برصغیر میں اسلامی کلچر، ص۳۴۶۔

۱۰۔ ایضاً، ص۳۵۴۔

۱۱۔ کیفیۃ، ص۱۸۔

۱۲۔ برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاهی، تدوین: سرسید احمد خان، (کلکتہ: ۱۸۶۲ء) ص۴۶۴۔

۱۳۔ بارتولد، تاریخ الحضارۃ الاسلامیۃ، مترجم: حمزہ طاہر، (مصر: دارالمعارف، ۱۹۵۲ء) ص۱۰۲۔

۱۴۔ شکیب ارسلان، تاریخ الممالک الاسلامیۃ، ص۳۰۶۔

۱۵۔ ایضاً، ص۳۰۹۔

۱۶۔ انصاری، محمد ولی الحق، شمالی ہندوستان کا ایک علمی و ادبی مرکز اکبر آباد (آگرہ)، مشمولہ فکر و نظر، جلد۶، نمبر۲، (اپریل ۱۹۶۵ء)، ص۹۱۔

۱۷۔ قریشی، اشتیاق حسین، سلطنت دهلی کا نظم حکومت، مترجم ہلال احمد زبیری، (کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی) ص۱۹۴۔

۱۸۔ ایضاً، ص۱۹۰۔ ۱۹۔ ایضاً، ص۱۹۷۔

۲۰۔ تاریخ الحضارۃ الاسلامیۃ، ص۱۰۲۔

۲۱۔ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، طبع سیزدہم) ص۲۱۔

۲۲۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص۳۹۵۔

۲۳۔ محمود شیرانی، مقالات حافظ محمود شیرانی، مرتبہ مظہر محمود شیرانی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء) جلد اول، ص۳۲۰۔

۲۴۔ ایضاً، ص۳۱۵۔

۲۵۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، ص۱۳۔ ۲۶۔ ایضاً، ص۱۵۔

۲۷۔ تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص۳۔

۲۸۔ خلیل بیگ، مرزا، اردو کے آغاز و ارتقاء کے نظریے: ایک تنقیدی جائزہ، ص۷۸۔

۲۹۔ فرمان فتح پوری، اردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء، طبع اول) ص۲۴۔

۳۰۔ بریلوی: سید مصطفیٰ علی، انگریزوں کی لسانی پالیسی (کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۷۰ء) ص

۳۱۔ تاریخ اردو ادب، ص۴۰۵۔

۳۲۔ انگریزوں کی لسانی پالیسی، ص۸۰۔